Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

Blasphemy Laws, Judicial Decisions, and Social Division: An Analytical Review of Cases in Pakistan (2011–2020)

قانونِ توہینِ رسالت، عدالتی فیصلے اور سماجی تقسیم: پاکستان میں 2011ء تا 2020ء کے مقدمات کا تجزیاتی مطالعہ

Tahira Munawar
Admin Officer, PhD Scholar, University of Education, Lower Mall, Lahore
ORCID: https://orcid.org/0009-0003-5459-5580

Prof. Dr. Muhammad Shahbaz Manj
Professor/ Chairperson Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall, Lahore /Post Doc Fellow, Visiting Professor, University of Gottingen, Germany
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-4641-3666
Email: shahbaz.manj@ue.edu.pk

Dr. Abdul Aleem
Associate Professor, ITC Department, UMT Sialkot
Email: abdul.aleem@skt.umt.edu.pk

Abstract

This article examines the relationship between Pakistan's blasphemy laws and the rise of social polarization between 2011 and 2020. Focusing on major cases such as Asia Bibi, Mumtaz Qadri, and Junaid Hafeez, the study explores how blasphemy allegations evolved beyond legal disputes into ideological, political, and emotional conflicts within Pakistani society. Using qualitative legal analysis and case-study methodology, the article evaluates judicial proceedings, evidentiary weaknesses, media framing, religious mobilization, and public reactions surrounding these cases.

The study argues that weak investigations, public pressure on courts, and the politicization of religious sentiments intensified mistrust, fear, and division in society. It further demonstrates that blasphemy-related cases became symbolic battlegrounds between religious and liberal narratives, where court decisions were interpreted as victories or defeats of faith and identity. The article concludes that the increasing polarization linked with blasphemy discourse reflects deeper tensions between state authority, religious activism, and public sentiment in Pakistan. It recommends procedural safeguards, judicial protection, responsible media engagement, and legal reforms to reduce misuse of the law while preserving religious sensitivities and constitutional justice.

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

Keywords: Blasphemy Laws, Section 295-C, Social Polarization, Judicial Interpretation, Religious Sensitivities, Media Framing, Public Pressure, Minority Rights, Rule of Law, Religious Extremism, Legal Misuse, Judicial Responses, Public Mobilization

تعارف

پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت (ﷺ) محض ایک فوجداری قانون نہیں بلکہ یہ مذہبی عقیدت، دفعات کے مفادات، عدالتی عمل اور سماجی نفسیات کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ مذہبی تقدس کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان قوانین کے استعمال نے متعدد تنازعات کو جنم دیا۔ خاص طور پر گزشتہ دہائی میں ان قوانین کے تحت درج ہونے والے مقدمات اور ان کے نتیجے میں جن عوامی تحریکوں کا آغاز ہوا انہوں نے پاکستانی معاشرے میں ایک ایسی سماجی تقسیم کو فروغ دیا جسے جدید سماجی علوم کی اصطلاح میں پولرائزیشن **(Social Polarization)** کہا جاتا ہے۔

پاکستان میں قانون توہین رسالت کا مقصد اور سماج پر اس کا اثر

پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت (ﷺ) نہ صرف اسلامی اقدار اور مذہبی شعائر کے تحفظ کے لیے وضع کیا گیا بلکہ پاکستانی معاشرے میں اس کی عملی اہمیت بھی غیر معمولی ہے۔ پاکستان پینل کوڈ (PPC) میں توہین رسالت کی دفعات - 295B، 295 C-اور دیگر متعلقہ شقیں بنیادی طور پر مذہبی احترام کو یقینی بنانے اور مقدس شخصیات کے تقدس کی حفاظت کے لیے متعارف کروائی گئیں۔ تاہم گزشتہ چند دہائیوں میں خاص طور پر 2011 سے 2020 تک کے دور میں ان قوانین کے اطلاق اور استعمال نے متعدد قانونی و سماجی پیچیدگیوں کو جنم دیا ہے، جن میں سب سے نمایاں مسئلہ ان قوانین کے گرد بڑھتی ہوئی سماجی پولرائزیشن ہے۔

2011تا2020 کے دورانیے میں بہت سے ہائی پروفائل مقدمات، عوامی احتجاجی تحریکیں، سیاسی و مذہبی بیانیے، اور عدالتی فیصلے سامنے آئے۔ توہینِ رسالت کے یہ مقدمات محض قانونی کارروائی تک محدود نہ رہے بلکہ یہ سماجی شناخت، مذہبی جذبات، اور سیاسی مفادات کے امتزاج کے تحت ایک وسیع تر قومی بیانیے میں تبدیل ہوتے چلے گئے۔ اس صورتحال نے معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان عدم برداشت، بداعتمادی اور تقسیم کو بڑھایا، جس کے نتیجے میں سماجی ہم آہنگی شدید متاثر ہوئی۔ بعض مواقع پر ان قوانین کو ذاتی دشمنی، زمین کے تنازعات، معاشی رقابت، یا سماجی تعصبات کے لیے استعمال کیا گیا اس طرح بہت سے کیسز میں قانونی شواہد کی کمزوری، گواہی کے معیار اور تحقیقاتی عمل میں خامیوں نے یہ تاثر پیدا کر دیا کہ قانون کے غلط استعمال کے امکانات بھی موجود ہیں۔ مزید یہ کہ مذہبی تنظیموں

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

کے احتجاج، ہجوم کے تشدد اور عدالتی کارروائیوں پر عوامی اثرات نے پاکستان کے عدالتی نظام کو ایک مسلسل دباؤ کی کیفیت میں رکھا، جس سے انصاف کے تقاضوں اور ریاستی نظم کے درمیان کشمکش نمایاں ہو گئی۔

2011ءتا2020ءکے مقدمات توہین رسالت

2011سے2020 کی دہائی میں سامنے آنے والے بعض مقدمات نے نہ صرف ملکی اور بین الاقوامی سطح پر توجہ حاصل کی بلکہ پاکستانی معاشرے کے اندر مذہبی اور سیاسی خطوط پر واضح تقسیم پیدا کر دی۔اس دور کے تین نمایاں مقدمات—**آسیہ بی بی کیس، ممتاز قادری کیس، اور جنید حفیظ کیس**—اس حقیقت کی نمائندگی کرتے ہیں کہ یہ پاکستان میں صرف قانونی مقدمات نہیں بلکہ عوامی جذبات، مذہبی قیادت، سیاسی جماعتوں اور میڈیا کے بیانیے کو تحریک دے کر اب ایک بڑے سماجی بحران میں تبدیل ہو چکا ہے۔ان مقدمات کے تناظر میں پاکستانی معاشرے میں دو بڑے بیانیے نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آئے: ایک **مذہبی بیانیہ** جس نے قانونِ توہینِ رسالت کو اسلامی ریاست کے تشخص اور مذہبی تقدس کے تحفظ کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے، اور دوسرا جمہوری انسانی حقوق کا **بیانیہ** جو ان قوانین کے غلط استعمال، جھوٹے الزامات، کمزور شواہد، غیر منصفانہ ٹرائل اور کمزور طبقات کے عدم تحفظ کو بنیادی مسئلہ قرار دیتا ہے۔اس نظریاتی تقسیم سے پاکستان میں ایسی فکری کشیدگی پیدا ہوئی۔ جس نے برداشت، مکالمے اور سماجی ہم آہنگی کو شدید نقصان پہنچایا۔

آسیہ بی بی کیس

آسیہ بی بی کیس میں ایک مسیحی خاتون پر توہینِ رسالت کا الزام اور اس کے بعد عدالتوں میں طویل کارروائی، عوامی احتجاج اور شدید ردعمل نے یہ ثابت کیا کہ ایسے مقدمات میں انصاف کا عمل محض قانونی دائرے میں نہیں رہتا بلکہ مذہبی جذبات کے دباؤ کے تحت پورا نظام عدل آزمائش سے گزرنے لگتا ہے۔آسیہ بی بی پاکستان کی پہلی خاتون ہیں جنہیں توہینِ رسالت کے الزام میں سزائے موت سنائی گئی۔بعد ازاں سپریم کورٹ نے انہیں بری کر دیا، لیکن اس فیصلے کے نتیجے میں ملک بھر میں شدید احتجاج اور ہنگامہ آرائی ہوئی اور جان کے خطرے کے باعث وہ پاکستان چھوڑنے پر مجبور ہوئیں۔یہ مقدمہ عالمی سطح پر بھی توجہ کا مرکز بنا اور توہینِ مذہب کے قوانین کی متنازعہ نوعیت اور ان کے ممکنہ غلط استعمال کو نمایاں کیا۔

سی آر ایس ایس(CRSS) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے توہینِ مذہب کے قوانین انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہیں، کیونکہ یہ نہ صرف اپنے مواد میں خامیاں رکھتے ہیں بلکہ ان کے نفاذ میں بھی انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔آسیہ بی بی کا مقدمہ اس حقیقت کی واضح مثال ہے کہ محض الزام ہی کسی فرد کی جان، آزادی اور بقا کے لیے سنگین خطرہ بن سکتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

"Asia Bibi Acquittal: What the Judges Said, and What Happens Next” اس تحریر میں لکھا گیا ہے کہ آسیہ کے شوہر عاشق مسیح اور بچوں نے ان کی رہائی کے لیے آواز بلند کی اور خود بھی خطرے میں پڑے، کیونکہ پاکستان میں اکثر ایسے لوگوں پر بھی توہینِ رسالت کا الزام لگا دیا جاتا ہے جو کسی ملزم کا دفاع کرتے ہیں۔[1] ڈاکٹر شہباز منج اپنی تحریر میں لکھتے ہیں:

Muhammad Idrees (CW1), was also summoned by the trial court….. appellant confessed to her guilt in a public meeting and before the investigating officer on that day. [2]

ترجمہ: اپنے بیان میں ادریس نے دعویٰ کیا کہ ملزمہ نے 14 جون 2009 کو ان کے سامنے اعتراف کیا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ انہوں نے مدعی کو مطلع کیا، 19 جون 2009 کو عوامی اجتماع منعقد کیا گیا، اور ملزمہ نے اس دن عوامی اجتماع اور تفتیشی افسر کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ نچلی عدالت ٹرائل کورٹ نے نومبر 2010 میں انہیں (آسیہ) مجرم قرار دے کر موت کی سزا سنائی۔۔۔۔۔۔ نورین پر جون 2009 میں توہینِ رسالت کا الزام لگا، جب وہ شیخوپورہ کے کھیتوں میں مزدور کے طور پر کام کر رہی تھیں۔ پانی لانے کے بعد، ان کے ساتھی کارکنان کے ساتھ مذہبی جھگڑا شروع ہو گیا۔ ایک کارکن نے اعتراض کیا کہ مسیحی کے چھونے سے پانی حرام ہو گیا ہے۔ نورین کو کہا گیا کہ وہ اسلام قبول کریں تاکہ وہ اپنی مذہبی نجاست سے پاک ہو جائیں۔ نورین کا جواب اسلام کے لیے توہین سمجھا گیا اور اسی بنیاد پر ان پر توہینِ رسالت کا الزام لگا۔ نورین کے کیس کی تفتیش کرنے والے سپرنٹنڈنٹ پولیس، محمد امین بخاری نے ٹرائل کورٹ میں بیان دیا کہ جھگڑا پانی کے معاملے پر تھا، نہ کہ نبی ﷺ یا قرآن کے بارے میں۔ اس کے باوجود ٹرائل کورٹ کے جج نے انہیں سزا سنائی اور موت کی سزا دے دی۔۔۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ تاثیر صدر کے پاس رحم کی درخواست پہنچا پاتے، ان کے اپنے پولیس محافظ نے انہیں 4 جنوری 2011 کو قتل کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دو ماہ بعد کابینہ کے واحد مسیحی رکن شباز بھٹی بھی قتل کر دیے گئے۔ بھٹی نے نورین کے حق میں حمایت کی اور پاکستان کے توہینِ رسالت قوانین میں اصلاحات کی کوشش کیں، جو اکثر ذاتی انتقام یا مذہبی اقلیتوں پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔۔۔۔ شاکر نے دلیل دی کہ نورین کے ٹرائل کورٹ کے فیصلے کا انحصار محض افواہ پر تھا، کیونکہ سلام خود اس واقعے کا براہِ راست مشاہدہ نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ نورین کو اس الزام کی "اعتراف" کرنے پر ایک مقامی گاؤں کی کونسل، یا پنچایت، میں مجبور کیا گیا۔ جج نے واضح طور پر کہا کہ پاکستانی قانون کسی بھی ایسے اعتراف کو جو کسی بے ترتیب گروہ کے سامنے کیا گیا ہو قبول نہیں کرے گا، اور انہوں نے گاؤں کی کونسل کے تمام

[1] End Blasphemy Laws, “Asia Bibi Acquittal: What the Judges Said, and What Happens Next,” October 31, 2018, Accessed October 12, 2025

[2] Muhammad Shahbaz Manj. “Asia Bibi Case: Examining the Supreme Court Verdict through the Sharī’ah and Ethical Principles.” Islamic Studies, 57–84.

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
May 7, 2026

گواہوں کے شواہد کو مسترد کر دیا۔رضا سیاح اور ناصر حبیب اس مضمون Christian Woman Sentenced to Death for Blasphemy in Pakistan, میں کہتے ہیں:

2009 میں شیخوپورہ کے گاؤں اٹانوالی میں ایک ذاتی جھگڑے کے بعد آسیہ بی بی پر توہینِ مذہب کا الزام عائد کیا گیا۔ایک مسیحی خاتون اور پانچ بچوں کی ماں ہونے کے باوجود انہیں 2010 میں سزائے موت سنائی گئی، جس نے ملکی اور عالمی سطح پر شدید ردِ عمل کو جنم دیا۔[3]

تحقیقات کے دوران ایس پی نے وقوعہ کے وقت قریبی علاقے میں موجود افراد سے پوچھ گچھ بھی نہ کی۔اس حقیقت سے استغاثہ نے کسی بھی مرحلے میں انکار نہیں کیا۔عدالت نے گواہان کے بیانات قلمبند کیے، جہاں استغاثہ کے تمام گواہان نے اپنے بیانات میں ہجوم کے سامنے مبینہ ماورائے عدالت اعترافِ جرم پر زور دیا، سوائے دو عینی گواہان یعنی مافیہ بی بی اور اسماء بی بی کے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دفاع نے اپنے کیس کو سنجیدگی اور مضبوطی سے پیش نہیں کیا اور استغاثہ کے بعض اہم پہلو غیر متنازعہ رہ گئے۔ٹرائل کورٹ نے اس کو موت کی سزا سنا دی۔آسیہ بی بی نے ہائی کورٹ میں اپیل کر دی۔

سپریم کورٹ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے جو ماحول کے بارے میں لکھا اس سے سماجی ماحول کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ

زیر نظر مقدمے میں اپیل گزار (آسیہ) کو سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں لایا گیا اس وقت وہ تنہا تھی صورت حال ہیجان انگیز اور ماحول خطرناک تھا اپیل گزار نے اپنے آپ کو غیر محفوظ اور خوفزدہ پایا اس بیان کو رضاکارانہ طور پر دیا گیا بیان تصور نہیں کیا جاسکتا۔اس کے بعد چیف جسٹس نے کچھ نظائر کا حوالہ دیا اور اپیل کو منظور کر لیا سزائے موت کو کالعدم قرار دیا۔اتفاقی رائے میں جج آصف سعید کھوسہ کہتے ہیں کہ انہوں نے چیف جسٹس کے فیصلے کا جائزہ لیا اگرچہ وہ اس سے اتفاق کرتے ہیں مگر فیصلے کے بہت سے نکات کو وہ تحریر کرنا چاہتے ہیں۔[4]

اگر مقدمے کے آغاز میں ہی شہادتوں میں موجود یہ واضح تضادات نوٹ کر لیے جاتے، تو شاید یہ مقدمہ اتنے طویل عرصے تک نہ چلتا اور آسیہ بی بی کو آٹھ سال موت کی سزا کے قیدی کے طور پر جیل میں نہ گزارنے پڑتے۔

[3] Reza Sayah and Nasir Habib, "Christian Woman Sentenced to Death for Blasphemy in Pakistan," CNN, November 11, 2010, Archived November 12, 2025, https://edition.cnn.com/2010/WORLD/asiapcf/11/11/pakistan.blasphemy.death.sentence/index.html

[4] Supreme Court of Pakistan, Asia Bibi v. The State, Criminal Appeal No. 39-L of 2015, p. 34 (Justice Asif Saeed Khosa, concurring opinion).

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 7, 2026

ریماعمر لاہور، پاکستان سے تعلق رکھنے والی وکیل اور انسانی حقوق کی علمبردار ہیں۔ وہ بین الاقوامی کمیشن آف جیورسٹ کے قانونی مشیر کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں

۔[5] ریما عمر اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

"Even if the Supreme Court now goes on to acquit Asia bibi---solely because of their relationship with someone accused of blasphemy".

ترجمہ: اگرچہ اب سپریم کورٹ آسیہ بی بی کو بری بھی کر دے، وہ پہلے ہی آٹھ سال جیل میں گزار چکی ہے، جن میں زیادہ تر وقت سزائے موت کے قیدی کے طور پر گزرا۔ سلمان تاثیر اور شہباز بھٹی اپنی جانیں اس کی رہائی کے حق میں آواز بلند کرنے پر گنوا بیٹھے، اور اس کا خاندان محض ایک ایسے فرد سے رشتے کی بنا پر، جس پر توہینِ مذہب کا الزام تھا، مسلسل دھمکیوں اور ہراسانی کا شکار رہا ہے۔

ریما عمر پاکستانی قانون کی خامیوں کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہیں وہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں توہینِ مذہب کا قانون کس طرح کام کرتا ہے—ملزم کو طویل عرصہ قبل از مقدمہ حراست Detention میں رہنا پڑتا ہے، اور اکثر معاملات میں اپیلوں کے فیصلے ہونے تک برسوں سزائے موت کے قیدی کے طور پر وقت گزارنا پڑتا ہے

ممتاز قادری کیس

ممتاز قادری، جو صوبہ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کے مبینہ قاتل تھے، بدھ کے روز اسلام آباد کی عدالت میں پیشی کے لیے لائے گئے. جب وہ پہلی بار عدالت میں پیش ہوئے تو وکلاء نے ان پر گلاب کی پتیوں کی برسات کی۔ یہ منظر اس بات کی علامت تھا کہ کس طرح معاشرتی سطح پر مذہب کے نام پر کیے گئے تشدد کو بعض حلقوں میں جائز اور قابلِ فخر عمل سمجھا جا رہا تھا۔[6]

عدالت کے باہر مشتعل ہجوم نے ممتاز قادری کو مبارکباد دی، اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور گالوں پر بوسے دیے جب اسے اندر لے جایا جا رہا تھا۔ جب قادری عدالت سے باہر نکلا تو تقریباً دو سو کے قریب حامیوں کے ہجوم نے نعرہ لگایا: ''محمدؐ کے غلام پر جان بھی قربان ہے''۔[7]

[5] Al Arabiya Urdu, "Asia Bibi Released from Death Row in Pakistan," First published October 31, 2018, https://news.google.com/publications/CAAqL

[6] "Pakistan Governor's Alleged Killer Lauded before Court | CBC News." 2011. CBCnews. CBC/Radio Canada. https://www.cbc.ca/news/world/pakistan-governor-s-alleged-killer-lauded-before-court-1.1067245.

[7] سی بی سی نیوز۔ ''عنوانِ خبر''۔ شائع شدہ: 5 جنوری 2011، آخری تازہ کاری: 6 جنوری 2011۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 7, 2026

قادری پولیس کی بکتر بند گاڑی کے پچھلے دروازے پر کھڑا تھا، اس کے گلے میں پھولوں کا ہار تھا جو ایک مداح نے پہنایا تھا، اور وہ بار بار "اللہ اکبر" کے نعرے لگا رہا تھا۔

اسی طرح ممتاز قادری کیس نے ریاستی اتھارٹی اور مذہبی جذبات کے درمیان ایک ایسی کشمکش کو نمایاں کیا جس میں ایک قاتل کو عوامی سطح پر "مذہبی ہیرو" کے طور پر پیش کیا گیا اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں قانون کی بالادستی (Rule of Law) اور مذہبی حمیت کے تصورات آپس میں ٹکرا گئے۔ پاکستان اس مقدمے میں کس طرح خبروں کا مرکز بنا اور تقسیم ہو گیا اس بارے

"Asia Bibi Acquittal: What the Judges Said, and What Happens Next" اس تحریر میں لکھا گیا ہے کہ

4 جنوری 2011 کو سلمان تاثیر کو ان کے ہی ایک محافظ نے قتل کر دیا۔ یہ قتل دنیا بھر میں خبروں کا مرکز بنا اور پاکستان کو تقسیم کر دیا۔ حکومت نے تین دن کا سوگ منایا، لیکن کئی مذہبی رہنما اور لوگ ان کے قاتل کو ہیرو سمجھ کر اس کا جشن مناتے رہے۔ اس واقعے کے بعد یہ خوف مزید گہرا ہو گیا کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے قانون پر تنقید کرنا جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے[8]

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر سلمان تاثیر صرف آسیہ بی بی کی قانونی کارروائی میں مدد تک محدود رہتے تو انہیں مذہب کے نام پر قتل ہونے کا خطرہ نہ ہوتا۔[9]

بعد ازاں ممتاز قادری نے اپنے مقدمے کی سماعت کے دوران جرم کا اعتراف کیا اور اسے مذہبی وجہ قرار دیا۔ اس نے کہا کہ سلمان تاثیر کے آسیہ بی بی کی حمایت میں دیے گئے بیانات اور توہینِ رسالت کے قانون کے بارے میں ان کے ریمارکس نے اسے قتل پر آمادہ کیا، کیونکہ اس کے عقیدے کے مطابق یہ توہینِ رسالت کے زمرے میں آتا تھا۔ عدالت نے ممتاز قادری کو یکم اکتوبر 2011 کو سزائے موت سنائی۔[10]

اور اسے 29 فروری 2016 کو پھانسی دے دی گئی۔[11]

[8] End Blasphemy Laws, "Asia Bibi Acquittal: What the Judges Said, and What Happens Next," October 31, 2018, Accessed October 12, 2025
[9] BBC News, "Asia Bibi: Pakistan's Blasphemy Law," December 1, 2010, Accessed June 8, 2025, https://www.bbc.com/news/world-south-asia-12111831
[10] Dawn, "Qadri Sentenced to Death for Killing Taseer," October 1, 2011, Accessed September 19, 2025, https://www.dawn.com/news/663155/qadri-sentenced-to-death-for-killing-taseer
[11] Dawn, "Taseer's Killer Mumtaz Qadri Hanged," February 29, 2016, Accessed September 23, 2025, https://www.dawn.com/news/1242637

CC BY

Al-Asr International Research
Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
May 7, 2026

آصف عقیل نے پاکستانی قانون توہین رسالت کے اطلاق بارے اس طرح تحریر کیا کہ

پاکستان کے توہینِ مذہب کے قوانین کس طرح انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ یہ قوانین نہ صرف اپنے مواد میں بلکہ ان کے استعمال میں بھی انسانی حقوق کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ ان میں ایسے حفاظتی اقدامات شامل نہیں جو مزید زیادتیوں اور بدسلوکی کو روک سکیں۔[12]

ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ اسلام آباد، لاہور، کراچی اور پشاور سمیت بڑے شہروں میں لاکھوں افراد سڑکوں پر نکل آئے۔ اسلام آباد کے وکلا نے ایک روزہ ہڑتال کا اعلان کیا اور لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کو "غیر اسلامی" قرار دیا۔ سنی تحریک نے ملک گیر احتجاج کا اعلان کیا۔ راولپنڈی۔ اسلام آباد میٹرو بس سروس معطل کر دی گئی۔ بازار، کاروباری مراکز بند ہو گئے اور ٹریفک کا نظام مختلف شہروں میں متاثر ہوا۔[13] پھانسی کی خبر عام ہونے کے بعد ملک کے مختلف علاقوں میں احتجاج کیا گیا۔ راولپنڈی میں مظاہرین نے شہر کو دارالحکومت اسلام آباد سے ملانے والی بڑی شاہراہ اسلام آباد ایکسپریس وے اور فیض آباد پل کو بند کر دیا اور گاڑیوں پر پتھراؤ کیا۔ لاہور میں احتجاج کے باعث میٹرو بس سروس معطل رہی۔ جبکہ شہر میں دفعہ 144 نافذ کر کے جلسے اور جلوسوں کے انعقاد پر حکومت نے فوری پابندی لگا دی۔

ممتاز قادری کے اس اقدام پر عوامی ردعمل جس طرح تھا اس بارے میں نوائے وقت میں یہ خبر شائع ہوئی

غازی صاحب کو بکتر بند گاڑی میں بٹھا کر عدالت لایا جاتا ہے لوگ دیوانہ وار آپ کی گاڑی پر منوں پھول نچھاور کرتے اور گاڑی کو ہاتھ لگا لگا کر چومتے۔[14]

دہشت گردی کے حصوصی عدالت میں جب غازی کو لایا گیا تو وکلا نے منوں پھول غازی صاحب پر نچھاور کیے اور لے گیا بازی ممتاز قادری، غازی تیرے جان نثار بے شمار بے شمار کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا وکلا نے غازی صاحب کے چہرے پر پولیس کی طرف سے ڈالے گئے کپڑے کو اتار پھینکا اور فرط عقیدت سے ان کے چہرے کو چومتے رہے۔[15]

[12] Asad Hashim, "Pakistan Clears Christian Woman in Landmark Blasphemy Case," Al Jazeera, October 31, 2018, accessed September 16, 2025, https://www.aljazeera.com/news/2018/10/31/pakistan-clears-christian-woman-in-landmark-blasphemy-case.

[13] اشتیاق, محمد. ''ممتاز قادری کو پھانسی دے دی گئی ''. وی او اے، 29 فروری 2016، https://www.urduvoa.com/a/mumtaz-qadri-hanged-jail/3212349.html.

[14] روزنامہ نوائے وقت لاہور، 6 جنوری 2011

OPEN ACCESS
CC BY

ہجوم آپ کی صرف ایک جھلک دیکھنے کا شوق لیے غازی صاحب کے گزرنے کے راستے پر گھنٹوں کھڑا رہتا جب اپ کو بکتر بند گاڑی میں بٹھا کر عدالت لایا جاتا لوگ دیوانہ وار آپ کی گاڑی پر منوں پھول نچھاور کرتے اور گاڑی کو ہاتھ لگا لگا کر چومتے۔[16]

اس مقدمہ کے دوران انتہائی جانبداری کا مظاہرہ کیا گیا جسٹس رنذیر احمد غازی نے بھی غازی ممتاز حسین قادری کے بارے میں بڑی ایمان افروز باتیں سنائی۔[17]کمرہ عدالت لے گیا بازی ممتاز قادری، غازی تیرے جان نثار بے شمار بے شمار کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا وکلا نے غازی صاحب کے چہرے پر پولیس کی طرف سے ڈالے گئے کپڑے کو اتار پھینکا اور فرط عقیدت سے ان کے چہرے کو چومتے رہے۔[18]

سپریم کورٹ آف پاکستان نے ۲۰۱۵ء میں اس سزا کی مکمل توثیق کرتے ہوئے قرار دیا کہ کوئی شخص، خواہ وہ مذہبی جذبے ہی سے کیوں نہ ہو، ریاستی قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ ممتاز قادری کو ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء کو پھانسی دے دی گئی، جس کے بعد ملک بھر میں شدید رِدِ عمل دیکھنے میں آیا۔ مذہبی حلقوں نے انہیں "غازی" اور "شہید" قرار دیا، جب کہ عدالتی اور لبرل حلقوں نے اسے قانون کی بالادستی کی علامت کے طور پر پیش کیا۔

جنید حفیظ کیس

جنید حفیظ وزٹنگ لیکچرار کے توہین رسالت کیس نے جامعات، نوجوان طبقے، فکری آزادی اور مذہبی حساسیت کے درمیان موجود تصادم کو اجاگر کیا، جہاں الزام، تفتیش، شواہد، اور عدالتی تحفظ جیسے پہلو مسلسل سوالات کی زد میں رہے،

حفیظ کی آمد کے کچھ عرصے بعد، انہیں اسلام پسند گرویوں اسلامی جمعیت طلبہ (جو جماعت اسلامی کی طلبہ شاخ ہے) اور تحریک تحفظ ناموس رسالت نے نشانہ بنایا، جو حفیظ کی نسبتاً لبرل تعلیمات کے مخالف تھے۔ انہوں نے ایسے پمفلٹ تقسیم کیے جن میں حفیظ کی گرفتاری اور پھانسی کا مطالبہ کیا گیا اور ہڑتال کی گئی۔[19]

[20].Hafeez was quickly expelled and his housing and teaching contracts were revoked

حفیظ کو جلد ہی یونیورسٹی سے نکال دیا گیا اور ان کا رہائشی اور تدریسی معاہدہ منسوخ کر دیا گیا۔

[15] صادق علی زاہد، تحقیق وترتیب، غازی ملک محمد ممتاز قادری شہید کا مقدمہ، دوسری اشاعت (ننکانہ صاحب: ختم نبوت ریسرچ سینٹر، اگست 2016)، 14۔

[16] روزنامہ نوائے وقت: لاہور 6 جنوری 2011۔

[17] صادق علی زاہد، تحقیق وترتیب، غازی ملک محمد ممتاز قادری شہید کا مقدمہ، دوسری اشاعت، 66۔

[18] صادق علی زاہد، تحقیق وترتیب، غازی ملک محمد ممتاز قادری شہید کا مقدمہ، دوسری اشاعت، 13۔

[19] Cristo, Carmen (25 June 2014). "Jackson Rallies to Save Junaid Hafeez". Jackson Free Press. Retrieved 15 November 2014

[20] Ibd.

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

توہین رسالت کے الزام کے بعد معاشرہ ناصرف ملزم سے بلکہ اس کے مقدمہ کی پیروی کرنے والے وکیل سے بھی برا سلوک کرتی ہے اور اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس کا اندازہ اس رحریر سے ہوتا ہے۔

ان پر الزام تھا کہ انہوں نے "ملامنافق" نامی اکاؤنٹ سے "سو-کالڈ لبرلز آف پاکستان" نامی نجی گروپ میں حضرت محمد ﷺ کی بیویوں کے بارے میں تبصرے کیے۔ پولیس کا دعویٰ تھا کہ ان کو حفیظ کے کمپیوٹر سے 1200 صفحات کا مواد ملا ہے جو ان کے خلاف ثبوت ہے، نیز ایک کتاب "Progressive Muslims" بھی شامل تھی جو انہیں ملی تھی۔حفیظ کو وکیل تلاش کرنے میں مشکلات پیش آئیں کیونکہ پاکستان میں عوام ایسے کسی بھی شخص کی نمائندگی کرنے والے وکیل کو منفی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو توہین مذہب کے الزام میں ملوث ہو۔ان کے اصل وکیل مدثر نے جون 2013 میں متعدد موت کے دھمکیوں کے بعد کیس چھوڑ دیا۔وکیل رشید رحمان نے کیس سنبھالا اور خود بھی متعدد موت کی دھمکیوں کا سامنا کیا، اور بی بی سی کو بتایا کہ پاکستان میں توہین مذہب کے الزام میں کسی کی نمائندگی کرنا ایسا ہے جیسے "موت کے منہ میں جانا"۔[21]

۔دسمبر 2014 سے حفیظ کیس کی نمائندگی شہباز گرمانی کر رہے ہیں؛ گرمانی، جو کہ توہین مذہب کے دیگر دو ملزمان کی بھی نمائندگی کر رہے ہیں، بھی موت کی دھمکیوں کا سامنا کر چکے ہیں، اور ایک واقعہ جب ان کے گھر کے باہر گولیاں چلائی گئیں بھی ہوا۔حفیظ کا مقدمہ بار بار ملتوی ہوتا رہا، اور یہ مقدمہ آٹھ مختلف ججوں کے سامنے پیش ہوا، جبکہ پچھلے سات جج ٹرانسفر ہو چکے تھے۔[22]

دفاع نے مؤقف اختیار کیا کہ فیس بک اکاؤنٹ جعلی تھا، اور کوئی معتبر ڈیجیٹل ثبوت موجود نہیں۔تاہم عدالت نے گواہوں کے بیانات کو کافی سمجھا۔یہ مقدمہ انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار اور مذہبی حساسیت کے درمیان ٹکراؤ کی ایک نمایاں مثال بنا۔

توہین رسالت پر عدالتی فیصلوں بارے میڈیا اور مذہبی تحریکوں کا کردار

2011 سے 2020 تک کے توہینِ رسالت کے مقدمات نے پاکستانی معاشرے میں ایسی پولرائزیشن کو فروغ دیا جس میں ایک طبقہ قانون کو مذہبی تقدس کا محافظ اور اسلامی ریاست کی علامت سمجھتا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ اسے انصاف، انسانی حقوق اور قانونی تحفظ کے لیے خطرہ تصور کرتا ہے۔یہ تضاد اس لیے بھی خطرناک ثابت

[21] Sethi, Ali (20 May 2014). "Pakistan's Tyranny of Blasphemy". New York Times. Retrieved 15 November 2014
[22] Pakistan: End Ordeal for 'Blasphemy' Defendants, Human Rights Watch (6 October 2019).

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

ہوا کہ اس نے قومی سطح پر مکالمے کی گنجائش کم کر دی اور معاشرے کو "ایمان" اور "کفر"، "محبتِ رسول" اور "مذہب دشمنی" جیسے دو انتہاؤں پر مبنی تقسیم میں دھکیل دیا۔ نتیجتاً، پاکستان میں توہینِ رسالت کے قوانین نہ صرف عدالتی سطح پر چیلنج بنے بلکہ انہوں نے سماجی ہم آہنگی، برداشت، اقلیتوں کے تحفظ اور ریاستی اتھارٹی کو بھی شدید متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مقدمات کا تجزیہ محض قانونی مطالعہ نہیں بلکہ ایک سماجی و نظریاتی مطالعہ بھی بن جاتا ہے، جو پاکستانی معاشرے کی فکری ساخت اور ریاستی نظام کی کمزوریوں کو نمایاں کرتا ہے۔

جنید حفیظ کیس میں بتایا گیا ہے کہ انسانی حقوق کی تنظیموں کی رائے اس طرح ہے کہ [23]

"ایسے جرائم ناقابل معافی ہیں کیونکہ یہ امتِ مسلمہ کے ایمان پر حملہ ہیں۔"

دفاع نے مؤقف اختیار کیا کہ فیس بک اکاؤنٹ جعلی تھا، اور کوئی معتبر ڈیجیٹل ثبوت موجود نہیں۔ تاہم عدالت نے گواہوں کے بیانات کو کافی سمجھا۔ یہ مقدمہ انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار اور مذہبی حساسیت کے درمیان ٹکراؤ کی ایک نمایاں مثال بنا۔ میڈیا اور مذہبی تحریکوں نے بیانیہ سازی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ الیکٹرانک میڈیا کے پروگراموں، مذہبی جلسوں، اور سوشل میڈیا مہمات نے ان مقدمات کو جذباتی اور عوامی انداز میں پیش کیا، جس کے نتیجے میں مقدمات کا رخ قانونی بحث سے نکل کر مذہبی جوش اور عوامی احتجاج کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ "روزنامہ نوائے وقت، 2 اکتوبر 2011 کو سفیر یاؤ جنگ نے "سلمان تاثیر قتل کیس بارے اس مضمون میں کہا "....ممتاز قادری کو دو مرتبہ سزائے موت، مذہبی تنظیموں کا فیصلے پر شدید احتجاج، مظاہرے، ملک گیر تحریک چلانے، جمعہ کو ہڑتال کا اعلان،

"سنی اتحاد کونسل کے میڈیا سیکرٹری محمد نواز کھرل نے بتایا ہے کہ ممتاز قادری کو سزائے موت کے فیصلے پر احتجاجی لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے سنی اتحاد کونسل کا ہنگامی سربراہی اجلاس 2 اکتوبر کو عیدگاہ راولپنڈی میں طلب کر لیا گیا ہے۔ سنی اتحاد کونسل میں شامل 30 اہلسنّت جماعتوں کے اجلاس نے اعلان کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری کو سزائے موت کا فیصلہ قبول نہیں، اس غیر شرعی فیصلے کے خلاف زوردار احتجاجی تحریک چلائی جائے گی، ملک بھر میں جلسے جلوس اور ریلیاں نکالی جائیں گی۔ جس کی صدارت سنی اتحاد کونسل کے مرکزی راہنما پیر سید محمد محفوظ مشہدی نے کی۔ اجلاس کے اعلامیہ میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سے مطالبہ کیا

23

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 7, 2026

گیا کہ وہ ازخود نوٹس لے کر ممتاز قادری کو سزائے موت سنانے کا فیصلہ ختم کرائیں۔ پیر محمد اطہر القادری نے کہا کہ ممتاز قادری مجرم نہیں ہیرو ہے ں۔ مفتی محمد حسیب قادری نے کہا کہ حضور نبی کریم کے عہد اور خلفائے راشدین کے دور میں بھی گستاخان رسول کو قتل کرنے والوں کو سزائے موت کبھی نہیں دی گئی[24] سوشل میڈیا پر افواہوں، ویڈیوز اور مذہبی نعروں کی تیز رفتار ترسیل نے عوامی ردعمل کو مزید شدت بخشی، جس سے ریاست اور عدلیہ کے لیے صورتحال کو کنٹرول کرنا مشکل ہوتا گیا۔ کئی مواقع پر ایسا محسوس ہوا کہ عدالتوں کے فیصلے صرف قانون کے مطابق نہیں بلکہ عوامی دباؤ، احتجاجی سیاست، اور مذہبی تنظیموں کے ممکنہ ردعمل کو مدنظر رکھ کر بھی متاثر ہو رہے ہیں۔

شہزاد ملک نے اپنے مضمون ''سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری کو پھانسی دے دی گئی، '' بی بی سی اردو میں کہا پاکستان میں جتنی مذہبی تحریکیں چلیں ان میں ترکھانوں کے لڑکوں کے ساتھ یہ فتوے دینے والے بھی قدم بہ قدم رہے۔ انہی عطاءاللہ شاہ بخاری کے فرزند حضرت ابوذر بخاری نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر صدیوں سے پڑی دھول کو صاف کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا تو انہیں سخت ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا، اگر انہیں ابا جی زنان خانے میں خاص احادیث سناتے رہتے تھے تو جبر و ستم کو برداشت کرنے کی تربیت کس نے کی ہو گی؟ مولانا جھنگوی کے آتشیں بیانوں سے متاثر ہو کر سگریٹ کے کھوکھے سے اٹھنے والا غریب اپنے بچوں سمیت مار دیا گیا ہے تو مولانا جھنگوی اور ان کا بیٹا بھی لقمۂ اجل بنے ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر قتل کر دئے گئے۔ لال مسجد کے واقعے میں اگر غریب طلباء و طالبات مارے گئے تو مولوی کی ماں، بھائی اور بیٹا بھی مارے گئے۔ نشتر پارک میں سنی تحریک کی قیادت ماردی گئی، کراچی میں کئی بڑے بڑے علماء کرام اندھی گولیوں کا نشانہ بنے۔ ایک حد تک یہ بات ٹھیک ہے کہ مذہبی راہنماء خود سکھ سے رہتے ہیں اور کارکن قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں بلکہ اپنا سب کچھ لٹادیتے ہیں مگر بالعموم یہ بات کہنا قطعی درست نہیں کہ ہر بار ترکھان کے پتر ہی کام آتے ہیں اور مولوی زنان خانوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ آج بھی زندہ مثالیں موجود ہیں کہ کارکنوں کے ساتھ ساتھ قائدین بھی قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔[25]

اقوام متحدہ کے ماہرین نے نتیجہ اخذ کیا کہ حفیظ کے وکیل راشد رحمان کو قتل کر دیا گیا اور قاتلوں کو انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کیس کی سماعت کرنے والے عدلیہ کے اراکین کے درمیان خوف کا ماحول ہے، جو اس طویل مقدمے کے دوران کم از کم سات ججوں کے تبادلے کی وجہ کو بیان کرسکتا ہے۔

[24] روزنامہ ''سفیر یاؤ جنگ''، ''سلمان تاثیر قتل کیس.... ممتاز قادری کو دو مرتبہ سزائے موت، مذہبی تنظیموں کا فیصلے پر شدید احتجاج، مظاہرے، ملک گیر تحریک چلانے، جمعہ کو ہڑتال کا اعلان، 2، نوائے وقت 2011 اکتوبر: https://www.nawaiwaqt.com.pk/02-Oct-2011/77283۔

[25] شہزاد ملک، ''سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری کو پھانسی دے دی گئی، '' بی بی سی اردو، 29 فروری 2016: https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2016/02/160228_mumtaz_qadri_hanged_tk۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

country’s authorities acted in breach of the Vienna -----Moreover, they raised concerns [26].Convention, which lays out rules for diplomatic relations between countries

CAUT کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈیوڈ رابنسن نے کہا

رابنسن نے نوٹ کیا کہ پاکستان کے توہینِ مذہب کے قوانین کو وسیع اور جابرانہ ہونے کی وجہ سے وسیع پیمانے پر تنقید کا سامنا ہے اور یہ قوانین مذہبی اقلیتوں اور فعال کارکنان کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ حقوقِ انسانی کی تنظیموں کے مطابق، 1987 سے 2017 کے دوران پاکستان میں 1,500 سے زائد توہینِ مذہب کے مقدمات درج کیے گئے۔اس دوران 75 سے زیادہ افراد کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا۔

رابنسن مزید کہتے ہیں: "پاکستانی حکومت کو توہینِ مذہب کے قوانین منسوخ کرنے چاہئیں۔"

The Canadian Association of University Teachers (CAUT) is calling on Pakistani The government of Pakistan must repeal the blasphemy laws,” adds “ .-----authorities [27].Robinson

2011ء سے 2020ء کی دہائی میں میڈیا اور مذہبی تحریکوں نے توہینِ رسالت کے مقدمات کو قومی سطح پر ایک جذباتی اور سیاسی مسئلہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ الیکٹرانک میڈیا کے ٹاک شوز، سوشل میڈیا پر مہمات، مذہبی جماعتوں کے احتجاج، اور عوامی اجتماعات نے ان مقدمات کو عدالتی حدود سے نکال کر عوامی جذبات کی عدالت میں لا کھڑا کیا۔

میڈیا کے کردار کی اہمیت بارے واٹسن سلیم گل، اپنے مضمون ‘‘ممتاز قادری اور ہمارا معاشرہ ’’.... روزنامہ جنگ (یورپ سے)، 4مارچ 2016، میں لکھتے ہیں۔" میں نے صبح صبح جب یہ خبر دیکھی تو سوچا کہ آج شاید پاکستان میں خون خرابہ ہوگا۔ کراچی سے خیبر تک تمام ملک بند ہوگا اور ہمارا میڈیا آج ان خبروں سے بھرا پڑا ہوگا لوگ گھروں میں قید ہو جائیں گے۔ سٹاک مارکیٹ کریش ہو جائے گی۔ مگر جب میں ٹی وی دیکھنے بیٹھا تو سوائے خبر نامے میں اس خبر کا چھوٹا سا ذکر دیکھا۔ چینل تبدیل کیا تو ہر چینل پر تقریباً ایک جیسا حال تھا۔ پھر دن گزرنے کے ساتھ ساتھ کہیں چھوٹے موٹے احتجاج کی خبریں تھیں۔ مگر کوئی قابل ذکر مظاہرہ یا احتجاج دیکھنے میں نہیں آیا۔ میں نے جن خدشات کا ذکر اوپر کیا ہے یہ سب کچھ ہو سکتا تھا اگر پاکستان کا میڈیا سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کرتا۔ ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد ہونے والے

[26] “Pakistan Urged to Release Jailed Lecturer - CAUT.” 2025. CAUT. March 18. https://www.caut.ca/news/pakistan-urged-to-release-jailed-lecturer/.
[27] Haft, Helen, and Helen Haft. 2020. “The Global Community Must Speak out for Junaid Hafeez.” Ms. Magazine. January 14. https://msmagazine.com/2020/01/14/the-global-community-must-speak-out-for-junaid-hafeez/.

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

خطرناک حالات کو روکنے کا سہرا صرف اور صرف ہمارے میڈیا کے سر ہے۔ جس نے نہایت فہم اور دانائی سے اس خبر کے ساتھ انصاف کیا اور ملک کو ایک بڑے نقصان سے بچایا۔ بحیثیت ایک پاکستانی مسیحی کے، پہلے میں سوچتا رہا کہ ممتاز قادری کی سزا یا جزا کا مسئلہ مسلمانوں کا آپسی مسئلہ ہے۔ مگر پھر سوچا کہ اس کی بنیاد گستاخ رسول کا قانون ہے جس کے سب سے زیادہ شکار ہم مسیحی ہیں اس لئے لکھنے بیٹھ گیا۔"

اس صورتحال میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ توہین رسالت کے مقدمات پر کئے گئے عدالتی فیصلے، میڈیا، عوامی دباؤ اور مذہبی تحریکوں کے ردعمل کے تحت متاثر ہوئے۔ جس کے نتیجے میں ریاست کو ایک طرف قانون کی بالادستی اور دوسری طرف مذہبی حساسیت کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کرنا پڑی۔ یہ تحقیقی مضمون اسی پس منظر میں توہین رسالت کے مقدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کرے گا کہ ایسے کیسز پاکستانی معاشرے میں پولرائزیشن کیوں بڑھاتے ہیں؟ کیا ان مقدمات میں اصل مسئلہ قانون کا اطلاق ہے یا عدالتی طریقۂ کار اور سماجی رویّے؟ اور سب سے اہم یہ کہ ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان کشیدگی (tension) کس طرح پیدا ہوتی ہے اور کن عوامل کے ذریعے یہ کشیدگی شدت اختیار کر کے قومی بحران میں تبدیل ہو جاتی ہے؟ اس تحقیق کے ذریعے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے قوانین کے حوالے سے پیدا ہونے والی سماجی پولرائزیشن کے اسباب کیا ہیں اور مستقبل میں اس مسئلے کے حل کے لیے کس نوعیت کی قانونی، سماجی اور ادارہ جاتی اصلاحات ضروری ہو سکتی ہیں

مذہبی ولبرل بیانیے کی تقسیم: نظریاتی وسماجی پس منظر (Research Paragraph)

2020=11 کے دوران پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت سے متعلق مقدمات نے معاشرے میں ایک واضح اور گہری نظریاتی تقسیم (ideological polarization) کو جنم دیا، جس کے نتیجے میں مذہبی اور لبرل طبقات دو متضاد بیانیوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے۔ اس تقسیم کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ توہینِ رسالت کے مقدمات محض قانونی معاملات نہیں رہے بلکہ وہ قومی سطح پر عقیدے، مذہبی شناخت، ریاستی اتھارٹی، انصاف، اور انسانی حقوق کے درمیان تصادم کی علامت بن گئے۔ آسیہ بی بی، ممتاز قادری اور جنید حفیظ جیسے مقدمات نے یہ ثابت کیا کہ پاکستان میں توہینِ رسالت کے الزامات صرف عدالت کے اندر نہیں بلکہ عوامی جذبات اور مذہبی قیادت کے زیرِاثر ایک وسیع سماجی میدان میں طے ہوتے ہیں۔ مذہبی بیانیہ ان قوانین کو اسلامی ریاست کی نظریاتی اساس اور مقدسات کے تحفظ کے لیے ناگزیر قرار دیتا ہے، لہٰذا عدالتوں سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ فیصلے مذہبی حساسیت کے مطابق ہوں۔ اس کے برعکس، لبرل اور انسانی حقوق کے حلقے ان مقدمات کو شفاف عدالتی کارروائی، شہادت کے معیار، قانونی تحفظات، اور قانون کے غلط استعمال کے تناظر میں دیکھتے ہیں، اور اسے اقلیتوں، فکری

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

آزادی اور شہری حقوق کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جب عدالتوں کے فیصلے مذہبی جذبات کے خلاف یا اس سے مختلف نظر آتے ہیں تو عوامی ردعمل شدید احتجاج کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور جب فیصلے مذہبی دباؤ کے مطابق محسوس ہوں تو لبرل طبقہ اسے انصاف کے بنیادی اصولوں کے منافی قرار دیتا ہے۔ اس تمام صورتحال میں میڈیا اور مذہبی تحریکوں نے جذباتی فریمینگ کے ذریعے ان مقدمات کو مزید حساس بنا دیا، جس سے معاشرتی سطح پر "حق و باطل" اور "ایمان و کفر" جیسے دو انتہاؤں پر مبنی بیانیے پیدا ہوئے۔ نتیجتاً پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت کا مسئلہ ایک ایسے سماجی بحران میں تبدیل ہو گیا جس میں ریاست، عدلیہ اور عوام کے درمیان کشیدگی بڑھتی گئی اور معاشرے میں برداشت، مکالمے اور قانونی شعور کے بجائے جذباتی تقسیم اور عدم اعتماد کی فضا مضبوط ہوتی چلی گئی۔

مذہبی و لبرل بیانیے کی تقسیم: نظریاتی و سماجی تناظر (Expanded Research Discussion)

پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت (ﷺ) نہ صرف ایک فوجداری قانون کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا سماجی اور نظریاتی مسئلہ بن چکا ہے جس نے ریاستی نظام، عدالتی عمل، مذہبی جذبات اور شہری آزادیوں کے درمیان ایک مسلسل کشمکش پیدا کر دی ہے۔ خاص طور پر 2011 سے 2020 کے دوران سامنے آنے والے نمایاں مقدمات — مثلاً آسیہ بی بی کیس، ممتاز قادری کیس، اور جنید حفیظ کیس — نے پاکستانی معاشرے میں ایک واضح **مذہبی و لبرل تقسیم** (religious-liberal divide) کو مزید شدت کے ساتھ نمایاں کیا۔ ان مقدمات نے اس حقیقت کو آشکار کیا کہ توہینِ رسالت کا الزام پاکستان میں محض قانونی کارروائی کا معاملہ نہیں رہتا بلکہ یہ فوری طور پر عوامی جذبات، مذہبی قیادت، میڈیا بیانیے اور سیاسی مفادات کو متحرک کر کے ایک بڑے قومی بحران میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ تقسیم بنیادی طور پر دو بڑے متضاد بیانیوں پر قائم ہے۔ ایک طرف مذہبی بیانیہ ہے جو قانونِ توہینِ رسالت کو اسلامی معاشرتی اقدار، مذہبی تقدس اور ریاست کے نظریاتی تشخص کے تحفظ کے لیے ناگزیر قرار دیتا ہے۔ اس بیانیے کے مطابق توہینِ رسالت محض جرم نہیں بلکہ ایمان و عقیدے پر حملہ ہے، جس کے لیے سخت ترین سزا کو شرعی اور اخلاقی ضرورت تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے مقدمات میں مذہبی طبقات عدالتوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ فیصلے عوامی مذہبی حساسیت اور دینی تقدس کے مطابق ہوں۔ اس تصور میں ریاستی قانون کو مذہبی حمیت اور مقدسات کے تحفظ کے تابع سمجھا جاتا ہے، اور عدالتی نظام پر یہ دباؤ پیدا ہوتا ہے کہ وہ سماجی جذبات کے مطابق فیصلے دے۔

اس کے مقابلے میں لبرل، انسانی حقوق اور سول سوسائٹی کے حلقے ان مقدمات کو بنیادی طور پر قانونی اصولوں، شفاف ٹرائل، شہادت کے معیار، اور انسانی حقوق کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اس طبقے کے نزدیک اصل مسئلہ یہ ہے کہ توہینِ رسالت کے قوانین اکثر کمزور شواہد، ذاتی دشمنی، سماجی تعصبات، یا سیاسی مفادات کے تحت غلط

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 7, 2026

استعمال ہوتے ہیں۔آسیہ بی بی کیس میں چونکہ ایک اقلیتی خاتون پر الزام عائد ہوا، لہٰذا یہ مقدمہ اقلیتوں کے تحفظ، مذہبی عدم برداشت اور ریاستی انصاف کے سوالات سے جڑ گیا۔اسی طرح جنید حفیظ کیس نے فکری آزادی، تعلیمی اداروں میں نظریاتی اختلاف اور سوشل میڈیا کے استعمال جیسے جدید سماجی پہلوؤں کو سامنے لایا، جس سے یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا ہر علمی یا فکری اختلاف کو مذہبی جرم کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔۔ سنی تحریک کے زیراہتمام مزار حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تحفظِ ناموس رسالت ریلی نکالی گئی۔ ریلی کے شرکاء نے راوی روڈ اور لوئر مال پر ٹائر جلا کر شدید احتجاج کیا۔راستے بلاک کر دیئے، حکومت اور انتظامیہ کے خلاف نعرے بازی اور ممتاز قادری کی فی الفور رہائی کا مطالبہ کرتے رہے۔اس موقع پر ریلی سے خطاب کرتے ہوئے سنی تحریک کے ڈویژنل صدر مولانا مجاہد عبدالرسول خان نے کہا کہ غازی ممتاز قادری کی سزائے موت کو عدالت میں چیلنج کریں گے، عدالتی فیصلے کو سختی سے مسترد کرتے ہیں، ممتاز حسین قادری عاشق رسول اور اُمت مسلمہ کا ہیرو ہے۔ حکومتی پراسرار خاموشی قابل مذمت ہے۔ حکومت اگر گستاخ رسول کیخلاف کارروائی نہیں کرے گی تو ہر گلی سے ممتاز قادری پیدا ہوں گے[28]

یہ تقسیم اس وقت مزید گہری ہو گئی جب ممتاز قادری کیس میں ریاستی قانون اور مذہبی جذبات کا براہ راست تصادم سامنے آیا۔ایک طرف ریاست نے قتل کو جرم قرار دے کر قانونی کارروائی کی، جبکہ دوسری طرف ایک بڑے مذہبی حلقے نے ممتاز قادری کو ''غازی'' اور ''عاشقِ رسول'' کے طور پر پیش کیا۔اس ہیرو سازی نے پاکستانی معاشرے میں یہ تاثر مضبوط کیا کہ بعض حلقوں کے نزدیک مذہبی جذبات کی بنیاد پر قانون کو ہاتھ میں لینا بھی قابل قبول ہو سکتا ہے۔یہی وہ مرحلہ تھا جہاں مذہبی و لبرل بیانیے کے درمیان فرق محض نظریاتی نہ رہا بلکہ یہ عملی سطح پر ریاستی رٹ، عدلیہ کی خودمختاری اور قانون کی بالادستی کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گیا۔

اس پورے عمل میں میڈیا اور مذہبی تحریکوں نے بیانیہ سازی (narrative formation) میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ الیکٹرانک میڈیا کے پروگراموں، مذہبی جلسوں، اور سوشل میڈیا مہمات نے ان مقدمات کو جذباتی اور عوامی انداز میں پیش کیا، جس کے نتیجے میں مقدمات کا رخ قانونی بحث سے نکل کر مذہبی جوش اور عوامی احتجاج کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ سوشل میڈیا پر افواہوں، ویڈیوز اور مذہبی نعروں کی تیز رفتار ترسیل نے عوامی ردعمل کو مزید شدت بخشی، جس سے ریاست اور عدلیہ کے لیے صورتحال کو کنٹرول کرنا مشکل ہوتا گیا۔ کئی مواقع پر ایسا محسوس ہوا کہ عدالتوں کے فیصلے صرف قانون کے مطابق نہیں بلکہ عوامی دباؤ، احتجاجی سیاست، اور مذہبی تنظیموں کے ممکنہ ردعمل کو مدنظر رکھ کر بھی متاثر ہو رہے ہیں۔

[28] سفیر یاؤ جنگ، ''سلمان تاثیر قتل کیس.... ممتاز قادری کو دو مرتبہ سزائے موت، مذہبی تنظیموں کا فیصلے پر شدید احتجاج، مظاہرے، ملک گیر تحریک چلانے، جمعہ کو ہڑتال کا اعلان،'' روزنامہ نوائے وقت، 2 اکتوبر2011، https://www.nawaiwaqt.com.pk/02-Oct-2011/772832011 :-

OPEN ACCESS

چنانچہ 2011 سے 2020 تک کے توہینِ رسالت کے مقدمات نے پاکستانی معاشرے میں ایسی پولرائزیشن کو فروغ دیا جس میں ایک طبقہ قانون کو مذہبی تقدس کا محافظ اور اسلامی ریاست کی علامت سمجھتا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ اسے انصاف، انسانی حقوق اور قانونی تحفظ کے لیے خطرہ تصور کرتا ہے۔ یہ تضاد اس لیے بھی خطرناک ثابت ہوا کہ اس نے قومی سطح پر مکالمے کی گنجائش کم کر دی اور معاشرے کو "ایمان" اور "کفر"، "محبتِ رسول" اور "مذہب دشمنی" جیسے دو انتہاؤں پر مبنی تقسیم میں دھکیل دیا۔ نتیجتاً، پاکستان میں توہینِ رسالت کے قوانین نہ صرف عدالتی سطح پر چیلنج بنے بلکہ انہوں نے سماجی ہم آہنگی، برداشت، اقلیتوں کے تحفظ اور ریاستی اتھارٹی کو بھی شدید متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مقدمات کا تجزیہ محض قانونی مطالعہ نہیں بلکہ ایک سماجی و نظریاتی مطالعہ بھی بن جاتا ہے، جو پاکستانی معاشرے کی فکری ساخت اور ریاستی نظام کی کمزوریوں کو نمایاں کرتا ہے۔

زیر نظر آرٹیکل میں یہ تین سوالات جن کا جواب ملنا ضروری ہے ان کا ذکر کرنا گزیر ہے کہ عدالتی فیصلے معاشرتی تقسیم کیوں بڑھاتے ہیں؟ کیا قانون خود مسئلہ ہے یا اس کا اطلاق مسئلہ ہے ؟ ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان tension کیسے پیدا ہوتی ہے۔ یہ تینوں سوالات پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت اور سماجی پولرائزیشن کو سمجھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

عدالتی فیصلے معاشرتی تقسیم کیوں بڑھاتے ہیں؟ اس بارے میں مذہبی جذبات کی شدت کی وجہ سے عوام مذہبی عقیدے کے حق/خلاف فیصلہ سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے معاشرتی تقسیم بڑھتی ہے۔ لہٰذا اگر عدالت کسی ملزم کو بری کر دے تو مذہبی حلقے اسے دین پر حملہ سمجھتے ہیں، اور اگر سزا دے دے تو لبرل حلقے اسے انصاف کے بجائے دباؤ کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ مذہبی جماعتیں اور میڈیا عدالت کا فیصلہ عوامی بیانیہ بنا دیتے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی جماعتیں اور میڈیا عدالتی فیصلے کو سیاسی و مذہبی بیانیے میں بدل دیتے ہیں۔ یوں فیصلہ ایک "کیس" نہیں رہتا بلکہ "نظریاتی جنگ" بن جاتا ہے۔ ریاستی اداروں پر عدم اعتماد بھی ایک وجہ ہے کہ عدالتیں آزاد نہیں، ریاست کمزور ہے، انصاف خطرے میں ہے یہی عدم اعتماد معاشرتی تقسیم کو بڑھاتا ہے۔

کیا قانون خود مسئلہ ہے یا پاکستان میں اس کا اطلاق؟ پاکستان میں مسئلہ قانون بھی ہے اور اس کا اطلاق بھی، لیکن زیادہ بڑا بحران اطلاق (implementation) کا ہے۔ جیسے قانونِ توہینِ رسالت میں بعض پہلو ایسے ہیں جو تنازع کو بڑھاتے ہیں۔ سزا کی شدت خصوصاً 295-C میں موت کی سزا، قانون کا حساس اور جذباتی ہونا، بعض شقوں کی زبان (language) کا مبہم یا غیر واضح ہونا، یہ چیزیں قانون کو حساس بنا دیتی ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

قانون کا اطلاق اکثر درج ذیل مسائل پیدا کرتا ہے۔ پولیس کا دباؤ میں آ کر ایف آئی آر درج کر لینا، جھوٹے الزامات یا ذاتی دشمنی، شواہد کا کمزور معیار، تفتیش کا ناقص ہونا، ملزم کا غیر محفوظ ہونا، وکیل، جج اور گواہ کو دھمکیاں، یعنی قانون موجود ہو یا نہ ہو، جب اطلاق کمزور اور غیر شفاف ہو تو بحران پیدا ہوگا۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ قانون کے ساتھ سب سے بڑا مسئلہ اس کا غلط استعمال اور کمزور اطلاق ہے۔

ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان tension کیسے پیدا ہوتی ہے؟

یہ tension اس وقت پیدا ہوتی ہے جب تینوں کی ترجیحات مختلف ہو جائیں سب سے پہلے ریاست کی ترجیح: امن اور قانون کی بالادستی ہوتی ہے۔ ریاست چاہتی ہے کہ نظم وضبط قائم رہے، عدالت کا فیصلہ مانا جائے، تشدد نہ ہو اور عالمی دباؤ سے بچا جا سکے۔ پھر مذہبی طبقے کی ترجیح ہوتی ہے کہ، مقدسات کا تحفظ کیا جائے مذہبی طبقہ چاہتا ہے کہ توہین کا الزام ثابت ہو یا نہ ہو، سخت سزا ہو۔ قانون میں نرمی نہ کی جائے۔ ریاست "اسلامی غیرت" کے مطابق چلے۔ عوامی نفسیات: جذباتی رد عمل یہ چاہتا ہے کہ جب مذہبی قیادت کسی فیصلے کو "اسلام دشمن" قرار دیتی ہے تو عوامی رد عمل فوری طور پر احتجاج یا تشدد میں بدل جاتا ہے۔

tension بڑھنے کی پہلی وجہ ریاست کی کمزوری ہے جب ریاست مذہبی احتجاج کے سامنے کمزور دکھائی دے تو مذہبی گروہ مزید طاقت پکڑ لیتے ہیں۔

دوسری وجہ مذہبی سیاست ہے (Political Use of Religion) کچھ مذہبی جماعتیں ایسے مقدمات کو عوامی طاقت دکھانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ تیسری وجہ قانون کا اور عوامی جذباتی کا خوف ہے یہ قانون اتنا حساس ہے کہ ریاست بھی اکثر عوامی رد عمل کے خوف سے "neutral" نہیں رہتی۔ چوتھی وجہ انصاف کے نظام پر دباؤ ہے جج، وکیل، اور گواہ دباؤ میں آ جائیں تو عدالتی عمل مشکوک لگنے لگتا ہے، اور معاشرتی tension بڑھ جاتی ہے۔

نتیجہ: عدالتی فیصلے معاشرتی تقسیم اس لیے بڑھاتے ہیں کیونکہ لوگ انہیں قانونی نہیں بلکہ مذہبی فتح یا شکست سمجھتے ہیں۔ مسئلہ صرف قانون نہیں بلکہ زیادہ بڑا مسئلہ اس کا اطلاق، غلط استعمال اور کمزور عدالتی / تحقیقی نظام ہے۔ ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان tension اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ریاست قانون کی بالادستی چاہتی ہے مگر مذہبی گروہ جذباتی دباؤ سے ریاستی فیصلوں کو متاثر کرتے ہیں اور عوام جذبات میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ عدالتی فیصلے معاشرتی تقسیم بھی بڑھا دیتے ہیں کیونکہ عوام اور مذہبی حلقے عدالت کے فیصلے کو محض قانونی نتیجہ نہیں بلکہ ایمان یا مذہبی فتح و شکست کے طور پر دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر آسیہ بی بی کیس میں بری ہونے کا فیصلہ مذہبی طبقات میں شدید رد عمل پیدا کر گیا، جبکہ ممتاز قادری کیس میں سخت سزا کو بعض حلقوں نے مذہبی حقانیت کے طور پر قبول کیا۔ اس طرح

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 7, 2026

عدالتی فیصلے قانونی دائرے سے نکل کر عوامی جذبات، مذہبی قیادت، اور میڈیا بیانیے میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جس سے معاشرتی پولرائزیشن شدت اختیار کر لیتی ہے۔

قانون توہین رسالت مسئلہ بذاتِ خود ہے یا اس قانون کا اطلاق؟ اس بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ توہینِ رسالت کے قوانین میں کچھ پہلو واقعی متنازع ہیں، جیسے 295 C-کی دفعہ میں سزا کی شدت اور اور اس قانون کی شقوں کی غیر واضح زبان۔ تاہم اکثر قانون کا غلط اطلاق ہوتا ہے اور تفتیش کا غیر شفاف عمل ہوتا ہے۔ پولیس کی کمزور تحقیقات، شواہد کی ناقص جانچ، جھوٹے الزامات، دھمکیوں کا دباؤ، اور ملزم کی غیر محفوظ حیثیت یہ سب عوامل تنازعہ کو بڑھا دیتے ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں مسئلہ صرف قانون میں نہیں بلکہ اس کے عملی استعمال اور عدالتی کمزوریوں میں زیادہ شدت رکھتا ہے۔

ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان tension اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ریاست، مذہبی طبقہ اور عوام کی ترجیحات مختلف ہوں۔ ریاست قانون کی بالادستی، امن اور عدالتی احترام کو ترجیح دیتی ہے، جبکہ مذہبی گروہ مقدسات کے تحفظ اور سخت سزا کو ناگزیر سمجھتا ہے۔ عوام کی اکثریت مذہبی جذبات کے زیرِ اثر فیصلوں کا فوری ردِ عمل دیتی ہے، جس میں احتجاج یا تشدد بھی شامل ہو سکتا ہے۔ اس tension کو مزید بڑھاتا ہے: ریاست کی کمزوری، مذہبی سیاست، میڈیا کی جذباتی بیانیہ سازی، اور عدالتی عمل پر دباؤ۔ نتیجتاً، معاشرتی تقسیم میں شدت پیدا ہوتی ہے اور قانونی فیصلے اکثر عوامی ردِ عمل کے تناظر میں زیرِ بحث آ جاتے ہیں۔

عدالتی فیصلے معاشرتی تقسیم اس لیے بڑھاتے ہیں کہ عوام انہیں قانونی نتیجہ نہیں بلکہ مذہبی یا اخلاقی فتح/شکست کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اصل مسئلہ صرف قانون نہیں بلکہ اس کا غلط اطلاق، شواہد کی کمی، عدالتی کمزوری، اور سماجی دباؤ ہے۔ ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان tension اس وقت پیدا ہوتی ہے جب قانونی، مذہبی اور جذباتی ترجیحات ٹکرا جائیں، جس کے نتیجے میں پاکستان میں توہینِ رسالت کے مقدمات سماجی پولرائزیشن، عدالتی دباؤ اور ریاستی کمزوری کے ایک بڑے مسئلے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں توہینِ رسالت کے مقدمات میں عدالتی فیصلے اکثر معاشرتی تقسیم کو بڑھا دیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عوام اور مذہبی حلقے عدالت کے فیصلے کو محض قانونی نتیجہ نہیں بلکہ ایمان یا مذہبی فتح و شکست کے طور پر دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، آسیہ بی بی کے کیس میں بری ہونے کے فیصلے نے مذہبی حلقوں میں شدید ردِ عمل پیدا کیا، جبکہ ممتاز قادری کے کیس میں سخت سزا کو بعض حلقوں نے "عاشقِ رسول" کے دفاع کے طور پر منایا۔ نتیجتاً عدالتی فیصلے صرف عدالت کے اندر محدود نہیں رہتے بلکہ عوامی بیانیے، میڈیا رپورٹنگ اور مذہبی تقریروں میں ایک بڑے سماجی مسئلے میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جس سے معاشرتی پولرائزیشن شدت اختیار کر جاتی ہے۔ قانون کے غلط اطلاق کی وجہ سے اگرچہ قانونِ توہینِ رسالت کے بعض پہلو، جیسے 295 C-کے تحت موت کی سزا

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

اور شقوں کی مبہم زبان، خود حساس اور متنازع ہیں، مگر اصل مسئلہ اکثر اس کے غلط اطلاق اور غیر شفاف عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ پولیس کی کمزور تحقیقات، شواہد کی ناقص جانچ، جھوٹے الزامات، گواہوں اور وکیلوں کو دھمکیاں، اور ملزم کی عدم تحفظ جیسی صورتحال قانون کے اثر کو محدود کرنے کے بجائے تنازعہ کو بڑھا دیتی ہے۔ لہٰذا مسئلہ صرف قانون میں نہیں بلکہ اس کے عملی نفاذ، عدالتی کمزوریوں اور سماجی دباؤ میں زیادہ شدت رکھتا ہے۔

ریاست، مذہبی حلقوں اور عوام کے درمیان تناؤ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ان کی ترجیحات مختلف ہوں۔ ریاست قانون کی بالادستی، امن اور عدالتی احترام کو ترجیح دیتی ہے، جبکہ مذہبی گروہ مقدسات کے تحفظ اور سخت سزا کو ناگزیر سمجھتا ہے۔ عوام کی اکثریت مذہبی جذبات کے زیر اثر فوری ردعمل دیتی ہے، جس میں احتجاج، مظاہرے یا دیگر اقدامات شامل ہو سکتے ہیں۔ میڈیا اور مذہبی تحریکوں کا کردار اس tension کو مزید بڑھاتا ہے جو عدالتی فیصلوں کو جذباتی اور سیاسی بیانیے میں پیش کرتی ہیں اور ریاستی اداروں پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ نتیجتاً توہینِ رسالت کے مقدمات قانونی فیصلوں سے بڑھ کر سماجی بحران اور پولرائزیشن کا سبب بن جاتے ہیں، جو ریاستی اتھارٹی اور عدلیہ کی کمزوری کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

2011ء سے 2020ء تک پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت سے متعلق مقدمات نے یہ واضح کیا کہ یہ مسئلہ محض ایک قانونی یا مذہبی معاملہ نہیں بلکہ ایک گہرا سماجی، سیاسی اور نظریاتی بحران بن چکا ہے۔ آسیہ بی بی، ممتاز قادری اور جنید حفیظ جیسے مقدمات نے پاکستانی معاشرے میں مذہبی جذبات، عدالتی عمل، میڈیا بیانیے اور ریاستی اتھارٹی کے درمیان موجود کشیدگی کو نمایاں کیا۔ ان مقدمات کے نتیجے میں عدالتوں کے فیصلے صرف قانونی نوعیت کے نہیں رہے بلکہ انہیں مذہبی وفاداری، ایمان، اور نظریاتی شناخت کے پیمانے پر جانچا جانے لگا، جس سے معاشرتی تقسیم اور عدم برداشت میں اضافہ ہوا۔ تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اصل بحران صرف قانون کی موجودگی نہیں بلکہ اس کے اطلاق، کمزور تحقیقاتی نظام، ناقص شہادت، عوامی دباؤ، اور مذہبی و سیاسی مفادات کے استعمال میں پوشیدہ ہے۔ کئی مقدمات میں جھوٹے الزامات، سماجی تعصب، ذاتی دشمنی، اور عوامی اشتعال نے انصاف کے عمل کو متاثر کیا، جبکہ ججوں، وکلا اور گواہوں کو درپیش خطرات نے عدالتی خودمختاری کو بھی چیلنج کیا۔ اسی طرح میڈیا اور مذہبی تحریکوں نے جذباتی فریمینگ کے ذریعے ان مقدمات کو قومی سطح کے نظریاتی تصادم میں تبدیل کیا، جس سے ریاست کے لیے قانون کی بالادستی برقرار رکھنا مزید دشوار ہو گیا۔ یہ مطالعہ اس امر پر زور دیتا

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 7, 2026

ہے کہ پاکستان میں سماجی ہم آہنگی، بین المذاہب رواداری، اور عدالتی اعتماد کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ توہینِ رسالت کے مقدمات میں شفاف تفتیش، مضبوط قانونی تحفظات، عدالتی آزادی، اور ذمہ دارانہ میڈیا رویے کو یقینی بنایا جائے۔ مزید برآں، ریاستی اداروں، مذہبی قیادت اور سول سوسائٹی کے درمیان مکالمے کو فروغ دے کر ایسا متوازن قانونی و سماجی ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے جو ایک طرف مذہبی تقدس کے احترام کو برقرار رکھے اور دوسری طرف انصاف، انسانی حقوق، اور آئینی اصولوں کا تحفظ بھی ممکن بنائے۔

عدالتی فیصلے معاشرتی تقسیم کو بڑھاتے ہیں کیونکہ لوگ انہیں صرف قانونی نتیجہ نہیں بلکہ مذہبی یا اخلاقی فتح/شکست کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اصل مسئلہ صرف قانون نہیں بلکہ اس کا غلط اطلاق، شواہد کی کمی، عدالتی دباؤ، اور عوامی جذباتی دباؤ ہے۔ ریاست، مذہب اور عوام کے درمیان یہ کشیدگی ایسے حالات پیدا کرتی ہے جس میں توہینِ رسالت کے مقدمات معاشرتی پولرائزیشن، عدالتی دباؤ اور ریاستی کمزوری کے ایک بڑے مسئلے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ صورتحال 2011 سے 2020 کے دور میں پاکستان کے سماجی اور عدالتی ڈھانچے کی حساسیت اور پیچیدگی کو واضح کرتی ہے۔ قانون توہین رسالت کے غلط استعمال، جذباتی سیاست، اور سماجی عدم برداشت نے پاکستانی معاشرے میں خوف، غیر یقینی، اور پولرائزیشن کو تقویت دی ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر علمی تحقیق نہ صرف قانونی اصلاحات کی ضرورت کو واضح کرتی ہے تاکہ معاشرتی امن اور بین المذاہب ہم آہنگی پیدا ہو اور انصاف کے اصولوں کو فروغ ملے۔